پہلا قدم کون اٹھائے گا؟

تحریر سہیل احمد لون

کسی بھی منزل کی جانب پہلے قدم کی عظمت سے انکار ممکن نہیں۔منزل کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم اپنے اندران گنت جذبات،احساسات، رعنائیاں، جوش اور ولولے سموئے ہوتا ہے۔سواس کی کٹھن مسافت بھی کسی تھکان کے احساس کے بغیر سفر طے کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی بڑے مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے پہلا قدم تو اٹھانا ہی پڑتا ہے۔اس میں اکثر بے شمار تکالیف، مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور حوصلے، جرأت، بہادری، قائدانہ صلاحیت،خلوص نیت اور نیک ارادوں کو دیکھ کر خدا تعالیٰ اس میں ایسی برکت اور طاقت ڈالتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے پہلا قدم اٹھانے والے کے پیچھے سر پھروں کا ایک لشکر تیار ہو جاتا ہے اور وہی شخص قوم کا حقیقی رہنما بن کر ان کے حقوق کی آزادی کی جنگ لڑ کر نئی تاریخ رقم کر دیتا ہے۔جس کے بعد عبرت کیلئے ظالموں کا نام رہ جاتا ہے مگر نشان مٹ جاتا ہے۔

آج جو انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار بنے بیٹھے ہیں اگر ان کی تاریخ دیکھیں تو ان کے انسان ہونے پر شرمندگی محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے،بات زیادہ پرانی نہیں یکم دسمبر 1955ء کی ایک یخ بستہ شام جب امریکہ میں ایک سیاہ فام افریقی خاتون "روزا پارکس" دن بھر کی محنت مشقت کر کے اپنا ایک ہینڈ بیگ مضبوطی سے سینے سے چمٹائے اور اس کی گرمی کا احساس پا کر بس سٹاپ کی طرف تیزی سے جا رہی تھی۔ 10 منٹ کے انتظار کے بعد بالآخر بس سٹاپ پر رکی اور وہ اس میں سوار ہو گئی۔کافی نشستیں خالی تھیں وہ کھڑکی کے ساتھ والی نشست پر بیٹھ گئی۔اس وقت کسی سیاہ فام کو اس کی نشست سے اٹھا دینا تا کہ وہاں سفید فام بیٹھ سکے امریکہ میں قانونی حیثیت رکھتا تھا۔امریکی قانون سیاہ فاموں کو سختی سے روکتا تھا کہ اگر کوئی سفید فام کھڑا ہے تو وہ بیٹھنے کے مجاز نہیں۔یہ قانون ہر سیاہ فام پر لاگو تھا چاہے وہ بوڑھا ہو، بچہ ہو، بیمار یا صنف نازک!اگر کوئی سیاہ فام بزرگ مرد یا عورت کسی نوجوان سفید فام کے کھڑے ہونے کی صورت میں بیٹھے پائے جاتے تو ان بزرگوں پر بھاری جرمانہ عائد کر دیا جاتا۔یہ بات صرف بسوں تک محدود نہ تھی بلکہ اس وقت ہوٹلوں، ریسٹورانوں کے دروازوں پر تختی آویزاں ہوتی تھی کہ یہاں بلیوں، کتوں اور سیاہ فاموں کا داخلہ منع ہے۔نسل پرستی کا یہ رویہ روزا پارکس کو افسردہ کئے رکھتا تھا۔

وہ ہمیشہ سوچتی تھی کہ کب تک ہم سیاہ فاموں کے ساتھ یہ کمتر، غیر انسانی اور امتیازی سلوک جاری رہے گا؟ کب تک سیاہ فاموں کو قطاروں میں آخر میں رکھا جائے گا؟ مگر سفید فاموں کے جانوروں کو بھی ان سے بہتر سلوک اور حقوق میسر تھے۔وہ انہیں سوچوں میں غرقاب تھی کہ بس کی نشستیں آہستہ آہستہ پُر ہو گئیں۔اگلے سٹاپ سے نوجوان سفید فام بس میں سوار ہوا اور پارکس کے پاس کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔وہ اس انتظار میں تھا کہ روزا پارکس اس کے لئے نشست خالی کرے گی مگر پارکس نے اس دن تاریخ بدلنے کا فیصلہ کر رکھا تھا اور اس سفید فام

کے کہنے پر بھی نشست خالی نہ کی۔ سفید فام کے چہرے پر توہین کا احساس نمایاں تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بس میں سوار مسافروں کا رویہ جارحانہ ہوگیا اور نوبت گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔ ہر کوئی روزا پارکس کو نشست خالی کرنے کو کہہ رہا تھا مگر روز وہ اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔ حتیٰ کہ بس کا ڈرائیور سیاہ فام عورت کی اس قانون شکنی کی جرأت اور ایک سفید فام کی توہین پر خاموش نہ رہ سکا اور بس کو پولیس سٹیشن لے گیا تا کہ ایک سفید فام کے آگے سر اٹھانے کی پاداش میں ایک سیاہ فام کو عبرت کا نشان بنایا جا سکے۔ تھانے میں پارکس کو گرفتار کرنے کے بعد ''جرم'' ثابت ہونے پر اسے 15 ڈالر کا جرمانہ کیا گیا۔ تا کہ یہ سزا دوسرے سیاہ فاموں کے لئے ایک مثال اور عبرت کا نشان بن سکے اور آئندہ کوئی سیاہ فام کسی سفید فام کی توہین کا مرتکب ہونے کی جرأت نہ کرے۔ مگر روزا پارکس کا یہ جرأت مندانہ ''پہلا قدم'' امریکہ کی سرزمین پر سوکھے تنکوں پر چنگاری کا کام کر گیا، جس کے بعد حقوق کے مطالبے کی آگ نے سارے امریکہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تمام سیاہ فام روزا پارکس کے ساتھ پیش آنے والے اس ناروا اور امتیازی سلوک پر متحد قوم ہو گئے۔ جس نے تحریک کی شکل اختیار کر لی کہ سب سیاہ فام نقل و حمل کے تمام زرائع کا اس وقت تک بائیکاٹ کریں گے جب تک امریکی حکومت ان کو تمام انسانی حقوق سفید فاموں کے مساوی دینے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ یہ تاریخی بائیکاٹ 381 دن تک جاری رہا، بالآخر ''سفید گھر'' کے مکین سیاہ جدوجہد کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ یقیناً براک اوبامہ آج بھی وائٹ ہاؤس میں بیٹھا دل ہی دل میں اس بہادر عورت کی عظمت کو سلام ضرور کرتا ہو گا۔ ورنہ وہ بھی آج کسی بس میں کھڑا سفر کر رہا ہوتا اور سفید فام اس کو حقارت سے دیکھ رہے ہوتے۔ سفید گھر کے سیاہ مکین کو ہمیشہ اُس سیاہ فام عورت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

4 فروری 1913ء کو پیدا ہونے والی یہ افریقی سیاہ فام تاریخ میں اپنا نام لکھوا کر 24 اکتوبر 2005ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملی لیکن زندگی میں وہ ایسا کارنامہ کر گئی کہ اس پر کتابیں لکھی گئیں، تمغوں، ایوارڈوں سے نوازا گیا۔ اس بہادر خاتون کو خراج تحسین پیش کرنے ہزاروں سوگواروں میں کئی ممالک کے سربراہان مملکت نے بھی شرکت کی اور اس دن امریکہ کا جھنڈا سرنگوں رکھا گیا اور اس کی آخری رسومات پورے قومی اعزازات کے ساتھ ادا کی گئیں جو سربراہان مملکت یا اہم ترین شخصیت کو نصیب ہوتی ہے۔ روزا پارکس کے لئے ان تمام ایوارڈوں، اعزازاوں اور تمغوں سے بڑھ کر اس کا وہ ''پہلا قدم'' تھا جو اس نے ظلم کے خلاف اٹھایا جس کے بعد یہ نعرہ جو آج بھی ہم اکثر سنتے ہیں کہ قدم بڑھاؤ۔۔۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ایک انقلابی صورت میں نظر آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے قدم سے قدم ملا کر چلنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی اور بالآخر اس کا ''پہلا قدم'' تاریخ کا ایک حصہ بن گیا۔

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ امریکہ میں رہ کر انہوں نے ظلم کے آگے سر اٹھایا اور وقت ایسا آیا کہ غلامی کے مارے سیاہ فاموں نے اپنا مقدر خود لکھ لیا۔ ہم تو امریکہ میں بھی نہیں رہتے اگر امریکہ میں بسنے والے سیاہ فام شہریوں نے ان کو چوہدری ماننے سے انکار کر دیا تھا تو ہم آزاد ریاست کے آزاد شہری ہیں، تو پھر ہم سے وہی سیاہ فاموں والا امتیازی سلوک کیوں ہو رہا ہے؟

جب تک ملک میں طبقاتی نظام جڑ سے ختم نہیں ہو جاتا، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی تو بڑے ترقی یافتہ ہیں، ہمارے ساتھ تو بھارت، بنگلہ دیش اور دیگر ترقی پذیر ممالک بھی حسن سلوک میں ڈنڈی ماریں گے۔ ہر پاکستانی لیڈر اپنی پارٹی کا جھنڈا پاکستانی پرچم سے زیادہ

استعمال کرتا ہے اور ان کے چمچے اور لوٹے قائداعظم سے زیادہ ان کرپٹ لیڈروں کی تصاویر اپنی پارٹی، دفاتر اور اجلاسوں میں آویزاں کرتے ہیں۔اس سے نہ جانے وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

ان گھمبیر حالات میں بچنے کی ایک ہی صورت نظر آتی ہے کہ ''روزاپارکس'' کی طرح جرأت مندانہ پہلاقدم اٹھائے اور اس غیرانسانی امتیازی سلوک کے خلاف اٹھ کھڑا ہو جو تمام تعصّبات سے بالاتر ہو کر صرف پاکستانی بن کر سوچے۔موجودہ حالات میں جو شخص پاکستان کیلئے پہلاقدم اٹھائے گا قوم اُس کے ساتھ ہوگی۔ایک انقلاب کو ترسی یہ قوم پہ درپہ انقلابات دیکھے گی۔مگر پہلاقدم کون اٹھائے گا؟

سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com